رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

هُوَ الَّذِیٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ

ایڈیٹر - میر قاسم علی احمدی!

فاروق

قادیان

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸-

شرح چندہ
سرپرستان - معاونین - عام - طلباء - ششماہی
عشہ - صہ - للعہ - سے - عاہ
انڈیا سے باہر چھ روپے آٹھ آنے (ے/۸)

جلد ۲۰ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۴ صفر ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۸ مئی ۱۹۳۵ء | نمبر ۸

پیغامی مشن!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ نبوت کے متعلق احمدیوں اور پیغامیوں میں ۱۹۱۶ء کو بمقام شملہ ایک مباحثہ ہوا تھا۔ جس کا ثالث فریقین کی رضامندی سے شیخ محمد عمر صاحب بی۔ اے وکیل غیر احمدی کو بنایا گیا تھا۔ جو بطور جج فریقین کے جملہ دلائل سنکر فیصلہ کریں۔ کہ بروئے تحریرات حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کا دعویٰ نبوت ثابت ہوتا ہے۔ یا نبوت سے انکار اور ناقص وجزوی اور محض محدث ہونیکا اثبات مناظرین ایک طرف مولوی عمر الدین صاحب شملوی مبائع تھے۔ اور اہل پیغام کی طرف سے مولوی عبد الحق صاحب دہلوی اور ان کے مددگار حکیم مرہم عیسےٰ غیر مبائع تھے۔ ثالث صاحب موصوف نے بعد سماعت دلائل فریقین ومطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نہایت مفصل اور مدلل فیصلہ لکھکر مولوی عمر الدین صاحب مبائع کے حق میں ڈگری دی۔ اور یہ تمام فیصلہ "قول فیصل" کے نام سے جون ۱۹۱۶ء میں طبع ہوا۔ اس میں سے وہ حصہ ناظرین فاروق اور مولوی عمر الدین صاحب غیر مبائع کے ملاحظہ کے لئے فاروق میں نقل کیا جاتا ہے۔ جو جج صاحب موصوف نے آخر میں اپنا فیصلہ لکھا ہے۔ جو یہ ہے:۔ (ایڈیٹر)

* * *

"پس میرا فیصلہ یہ ہے"!

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا ؛ جو چیرا تو اِک قطرۂ خوں نکلا

لاہوری جماعت اور قادیانی جماعت کے درمیان محض نزاع لفظی ہے مرزا صاحب کثرت مکالمات

سلسلہ کی خبریں

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی صحت خدا کے فضل سے اچھی ہے۔ حضورؓ نے ۲۶ مئی کو ۶ بجے بعد عصر مسجد نور میں تقریر فرمائی جس میں تمام احمدی زن ومرد وطلباء وطالبات موجود تھے۔ یہ تقریر بر حالات حاضرہ پر اور جدید سکیم کی یاد دہانی پر تھی اور آخر میں لمبی دعا فرمائی (۲) ۲۶ مئی کو مسجد نور میں صبح ۸½ بجے سے زیر صدارت ناظر صاحب دعوۃ وتبلیغ احمدیہ جلسہ شروع ہوا جس میں ۱۹ مطالبات جدید پر مقررین سلسلہ نے تقریریں فرمائیں۔ اور ۱۱ بجے جلسہ بعد دعا ختم ہوا اور دوسرا اجلاس ۳ بجے کے بعد زیر صدارت حضرت مولوی شیر علی صاحب عصر تک رہا جس میں طلباء جامعہ ومدرسہ احمدیہ وہائی سکول کی تقریریں ہوئیں۔ (۳) **وفات** نہایت ہی افسوس سے لکھا جاتا ہے۔ کہ مکرمی سید غلام غوثؓ صاحب کا نوجوان لڑکا سید محمد احمد صرف ایک دن بیمار رہکر فوت ہو گیا۔ مرحوم دسویں جماعت میں امسال ترقی کر کے گیا تھا۔ یہ صدمہ ضعیف والدین کے لئے نہایت صبر آزما ہے۔ احباب دعا کریں کہ خداوند کریم مرحوم کی والدہ اور ہمشیرہ اور بھائیوں کو اور والد کو صبر جمیل کی توفیق عطا کرے۔ اور مرحوم کو اپنے قرب میں جگہ دے۔ آمین۔ ہمیں اس صدمہ میں مرحوم کے تمام خاندان سے دلی ہمدردی ہے:

و مخاطبات الٰہیہ کو خدا کی اصطلاح نبیوں کی اصطلاح اسلامی اصطلاح اور خود اپنی اصطلاح میں نبوت قرار دیتے ہیں اور لاہوری جماعت اس کو غیر نبوت سمجھتی ہے۔ اور بجز اس نبوت کے جو حامل شریعت ہو یا جس میں کتاب نازل ہو یا جو براہ راست ہو اور کسی نبوت کو نبوت قرار نہیں دیتے۔ بقول مرزا صاحب صرف نبوت تشریعی کا دروازہ بند ہے۔ نبوت غیر تشریعی جو مبشرات اور منذرات پر مشتمل ہے۔ اس کا دروازہ امت محمدیہ کے لئے کھلا بیان کرتے ہیں۔ میرے خیال میں مولوی عبدالحق کی اس وقت وہ پوزیشن ہے۔ جو بخیال مرزا صاحب ان کی حیات میں مخالفین نے اختیار کر رکھی تھی۔ جو مرزا صاحب کی تحریروں میں نبی کا لفظ دیکھ کر طیش میں آجاتے تھے۔ کیونکہ ان کے ذہن میں نبوت کی یہ تعریف سمائی ہوئی تھی کہ نبی صرف اس کو کہتے ہیں جو صاحب شریعت ہو جس پر کتاب نازل ہو یا جو براہ راست ہو۔ مرزا صاحب نے اس کا جواب اپنی زندگی میں دیدیا تھا اور میری رائے میں وہی جواب اب مولوی عبدالحق کے لئے موجود ہے۔

(۱) "ہم میں اور ہمارے مخالف مسلمانوں میں صرف لفظی نزاع ہے اور وہ یہ کہ ہم خدا کے ان کلمات کو جو نبوت یعنی پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں نبوت کے اسم سے موسوم کرتے ہیں۔ اور ایسا شخص جس کو بکثرت ایسی پیشگوئیاں بذریعہ وحی دیجاویں۔ یعنی اس قدر کہ اس کے زمانہ میں اس کی کوئی نظیر نہ ہو۔ اس کا نام ہم نبی رکھتے ہیں۔ مگر ہمارے مخالف مسلمان مکالمہ الٰہیہ کے قائل ہیں۔ لیکن اپنی نادانی سے ایسے مکالمات کو جو بکثرت پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں نبوت کے نام سے موسوم نہیں کرتے۔" (چشمہ معرفت صفحہ ۱۸۰)

(۲) "یہ تمام بد قسمتی دھوکہ سے پیدا ہوئی ہے کہ نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنی صرف یہ ہیں خدا سے بذریعہ وحی خبر پانیوالا ہو اور شرف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸)

(۳) "خدا کی یہ اصطلاح ہے۔ جو کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اس نے نبوت رکھا ہے۔" (حقیقۃ الوحی تتمہ صفحہ ۶۸)

(۴) "خدا کی طرف سے کلام پا کر جو غیب پر مشتمل زبردست پیشگوئیاں ہوں۔ مخلوق کو پہنچاوے خدا اور اسلامی اصطلاح میں نبی کہلاتا ہے۔" (حجۃ اللہ صفحہ ۲)

(۵) "جبکہ وہ مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیت کے رو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے۔ اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو۔ اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے۔" (الوصیت صفحہ ۱۲)

(۶) "میرے نزدیک نبی اسی کو کہتے ہیں۔ جس پر خدا کا کلام یقینی قطعی بکثرت نازل ہو جو غیب پر مشتمل ہو۔" (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۶)

(۷) "اے نادانو! میری مراد نبوت سے یہ نہیں۔ کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلعم کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں۔ یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمت و مخاطبت الٰہیہ ہیں۔ جو آنحضرت صلعم کے اتباع سے حاصل ہے۔ سو مکالمہ مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں۔ پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی۔ آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ مخاطبہ رکھتے ہیں۔ میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸)

پس مرزا صاحب کی تحریروں اور تقریروں سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ

(۱) مرزا صاحب مستقل یعنے براہ راست نبی نہیں۔ اور نہ ان معنوں میں حقیقی نبی ہیں۔ جو صاحب شریعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن غیر مستقل غیر تشریعی نبی ہیں۔ (ب) بقول مرزا صاحب وہ ان معنوں میں حقیقی نبی ہیں۔ کہ انہوں نے آنحضرت صلعم کے واسطہ سے منصب نبوت پایا ہے۔ (ج) بقول مرزا صاحب تیرہ سو برس ہجری میں بجز میرزا صاحب کسی کو یہ منصب نبوت عطا نہیں ہوا۔ (د) بقول مرزا صاحب آپ زمرۂ انبیاء میں داخل ہیں اور ان میں اور انبیائے ماسبق میں صرف ذریعہ حصول کا فرق ہے نہ کہ نفس نبوت کا۔ (ہ) بقول مرزا صاحب ان کو حضرت عیسےٰ پر بوجہ نبی ہونے کے تمام شان میں فضیلت ہے ؞

(محمد عمر بی۔ اے۔ ایل۔ ایل بی وکیل چیف کورٹ پنجاب پریذیڈنٹ جلسہ مباحثہ احمدیان شملہ ۲۳ دسمبر ۱۹۱۵ء)

دو احمدی ہیڈ ماسٹروں کی

اعلےٰ کارگذاری

میٹریکولیشن کے اعلےٰ نتائج

مکرمی محمد شفیع صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ کے سکول سے بیس لڑکے میٹرک کے امتحان میں شریک ہوئے۔ اور سب کے سب پاس ہو گئے چار لڑکے فسٹ ڈویژن میں کامیاب ہوئے ؞ اسی طرح خواجہ عبدالرحمٰن صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول کہروڑ پکا ضلع ملتان کے سکول سے انیس لڑکے شریک امتحان ہوئے اور اٹھارہ کامیاب ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احمدی اساتذہ کس قدر دیانت سے کام کرتے ہیں۔ جو لوگ احمدی ٹیچروں کو اسلامی سکولوں سے نکالنے کی تحریکیں کیا کرتے ہیں۔ وہ سبق حاصل کریں۔

شکریہ و اطلاع } جن احباب نے فاروق کے وی پی وصول فرمائے ہیں خاکسار ایڈیٹران کا شکریہ ادا کرتا ہے جزاہم اللہ احسن الجزاء اور جن دوستوں نے باوجود کئی بار نوٹس دیئے جانیکے وی پی واپس کر دیئے ہیں ان کا شکوہ ہے اور انہیں اطلاع دیجاتی ہے کہ یکم جون کو پھر انکے نام وی پی ارسال ہونگے وصول فرمالیں۔ یا بذریعہ منی آرڈر چندہ مع خرچ وی پی واپس شدہ ارسال کر دیں۔ (منیجر فاروق)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فاروق

جلد ۲۰ ⁂ قادیان دارالامان مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۳۵ء ⁂ نمبر ۸

کلام الامام امام الکلام

(از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

تمہارے سارے منصوبے خاک میں مل جائینگے

یہ افسوس کا مقام ہے۔ کہ میرے دعوے کی نسبت جب میں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ مخالفوں نے نہ آسمانی نشانوں سے فائدہ اٹھایا۔ اور نہ زمینی نشانوں سے کچھ ہدایت حاصل کی۔ خدا نے ہر ایک پہلو سے نشان ظاہر فرمائے۔ پر دنیا کے فرزندوں نے انکو قبول نہ کیا۔ اب خدا کی اور ان لوگوں کی ایک کُشتی ہے۔ یعنے خدا چاہتا ہے۔ کہ اپنے بندہ کی جس کو اس نے بھیجا ہے۔ روشن دلائل اور نشانوں کے ساتھ سچائی ظاہر کرے۔ اور یہ لوگ چاہتے ہیں۔ کہ وہ تباہ ہو۔ اس کا انجام بد ہو۔ اور وہ انکی آنکھوں کے سامنے ہلاک ہو۔ اور اس کی جماعت متفرق اور نابود ہو۔ تب یہ لوگ ہنسیں اور خوش ہوں۔ اور ان لوگوں کو تمسخر سے دیکھیں۔ جو اس سلسلہ کی حمایت میں تھے۔ اور اپنے دل کو کہیں کہ تجھے مبارک ہو کہ آج تو نے اپنے دشمن کو ہلاک ہوتے دیکھا۔ اور اس کی جماعت کو تتر بتر ہوتے مشاہدہ کر لیا۔ مگر کیا ان کی مرادیں پوری ہو جائیں گی۔ اور کیا ایسا خوشی کا دن ان پر آئے گا؟ اس کا یہی جواب ہے۔ کہ اگر ان کے امثال پر آیا تھا۔ تو ان پر بھی آئے گا۔ ابوجہل نے جب بدر کی لڑائی میں یہ دعا کی تھی۔ کہ اللّٰھم من کان منا کاذبا فاحنہ فی ھذا الموطن یعنے اسے خدا ہم دونوں میں سے جو محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم اور میں ہوں جو شخص تیری نظر میں جھوٹا ہے۔ اس کو ایسے موقع قتال میں ہلاک کر۔ تو کیا اس دعا کے وقت اس کو گمان تھا۔ کہ میں جھوٹا ہوں۔ اور جب لیکھرام نے کہا۔ کہ میری بھی مرزا غلام احمدؐ کی موت کی نسبت ایسی ہی پیشگوئی ہے۔ جیسا کہ اس کی اور میری پیشگوئی پہلے پوری ہو جائے گی۔ اور وہ مرے گا۔ تو کیا اس کو اس وقت اپنی نسبت گمان تھا۔ کہ میں جھوٹا ہوں۔ پس منکر تو دنیا میں ہوتے ہیں۔ پر بڑا بدبخت وہ منکر ہے۔ جو مرنے سے پہلے معلوم نہ کر سکے۔ کہ میں جھوٹا ہوں۔ پس کیا خدا پہلے منکروں کے وقت میں قادر تھا۔ اور اب نہیں۔ نعوذ باللہ ہرگز ایسا نہیں۔ بلکہ ہر ایک جو زندہ رہے گا۔ وہ دیکھ لے گا۔ کہ آخر خدا غالب ہوگا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا۔ وہ خدا جس کا قوی ہاتھ زمینوں اور آسمانوں اور ان سب چیزوں کو جو ان میں ہیں۔ تھامے ہوئے ہے۔ وہ کب انسان کے ارادوں سے مغلوب ہو سکتا ہے۔ اور آخر ایک دن آتا ہے جو وہ فیصلہ کرتا ہے۔ پس صادقوں کی یہی نشانی ہے کہ انجام انہی کا ہوتا ہے۔ خدا اپنی تجلیات کے ساتھ ان کے دل پر نزول کرتا ہے۔ پس کیونکر وہ عمارت منہدم ہو سکے۔ جس میں وہ حقیقی بادشاہ فروکش ہے۔ ٹھٹھا کرو۔ جس قدر چاہو گالیاں دو۔ جس قدر چاہو اور ایذا اور تکلیف دہی کے منصوبے سوچو جس قدر چاہو اور میرے استیصال کے لئے ہر ایک قسم کی تدبیریں اور مکر سوچو۔ جس قدر چاہو پھر یاد رکھو کہ عنقریب خدا تمہیں دکھلا دے گا۔ کہ اس کا ہاتھ غالب ہے نادان کہتا ہے۔ کہ میں اپنے منصوبوں سے غالب ہو جاؤں گا۔ مگر خدا کہتا ہے۔ کہ اے لعنتی دیکھ میں تیرے سارے منصوبے خاک میں ملا دوں گا۔ اگر خدا چاہتا۔ تو ان مخالف مولویوں اور ان کے پیروؤں کو آنکھیں بخشتا۔ اور وہ ان وقتوں اور موسموں کو پہچان لیتے۔ جن میں خدا کے مسیح کا آنا ضروری تھا۔ لیکن ضرور تھا۔ کہ قرآن شریف اور احادیث کی وہ پیشگوئیاں پوری ہوتیں۔ جن میں لکھا تھا کہ مسیح موعودؑ جب ظاہر ہوگا۔ تو اسلامی علماء کے ہاتھ سے دکھ اٹھائیگا۔ وہ اس کو کافر قرار دینگے۔ اور اس کے قتل کے لئے فتوے دیئے جائیں گے۔ اور اس کی سخت توہین کی جائے گی۔ اور اس کو دائرہ اسلام سے خارج اور دین کا تباہ کرنے والا خیال کیا جائے گا۔ سو ان دنوں میں وہ پیشگوئی انہی مولویوں نے اپنے ہاتھوں سے پوری کی۔ افسوس یہ لوگ سوچتے نہیں۔ کہ اگر یہ دعویٰ خدا کے امر اور ارادہ سے نہیں تھا۔ تو کیوں اس مدعی میں پاک اور صادق نبیوں کی طرح بہت سے سچائی کے دلائل جمع ہو گئے۔ کیا وہ رات ان کے لئے ماتم کی رات نہیں تھی۔ جس میں میرے دعوے کے وقت رمضان میں خسوف کسوف عین پیشگوئی کی [illegible] لیکھرام کی نسبت پیشگوئی پوری ہوئی۔ خدا نے بارش کی طرح نشان برسائے۔ مگر ان لوگوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ تا ایسا نہ ہو کہ دیکھیں اور ایمان لائیں۔ (اربعین)

ہدایات زرّین برائے احمدی مبلّغین

(۳)

(فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ)

پہلی ہدایت

سب سے پہلے یہ ضروری بات ہے۔ کہ مبلغ بے غرض ہو۔ اور سننے والوں کو معلوم ہو۔ کہ اس کی ہم سے کوئی ذاتی غرض نہیں ہے۔ ورنہ اگر مبلغ کی کوئی ذاتی غرض ان لوگوں سے ہوگی۔ تو وہ خواہ نماز پڑھی تقریر کر رہا ہوگا۔ سننے والوں کو یہی آواز آرہی ہوگی کہ مجھے فلاں چیز دیدو۔ فلاں دیدو۔ مسلمانوں کے وعظوں میں یہ بہت ہی بُری عادت پیدا ہوگئی ہے کہ وہ اپنے وعظ کے بعد کوئی غرض پیش کر کے امداد مانگنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس سے سننے والوں کے ذہن میں یہ بات داخل ہوگئی ہے۔ کہ وعظ کرنے والے کو کچھ نہ کچھ دینا چاہیئے۔ اور اسے ایک فرض سمجھا جاتا ہے؛

یہ ایسی بڑی رسم پھیلی ہوئی ہے۔ کہ جب کوئی واعظ وعظ کر رہا ہو۔ تو سننے والے حساب ہی کر رہے ہوتے ہیں۔ کہ ہمارے پاس کیا ہے اور ہم اس میں سے کس قدر مولوی صاحب کو دے سکتے ہیں۔ اور کتنا گھر کے خرچ کے لئے رکھ سکتے ہیں۔ اس رسم کی وجہ یہی ہے۔ کہ عام طور پر مولوی وعظ کر کے پیچھے مانگتے ہیں۔ کہ مجھے فلاں ضرورت ہے۔ اسے پورا کر دیا جائے۔ اس کا بہت بُرا اثر ہو رہا ہے۔ کیونکہ واعظ کی باتوں کو توجہ اور غور سے نہیں سنا جاتا۔

پس واعظ کو بالکل مستغنی المزاج اور بے غرض ہونا چاہیئے۔ اگر کسی وقت شامتِ اعمال سے کوئی طمع یا لالچ پیدا بھی ہو۔ تو وعظ کرنا بالکل چھوڑ دینا چاہیئے۔ اور توبہ و استغفار کرنا چاہیئے۔ اور جب وہ حالت دور ہو جائے۔ پھر بے غرض ہو کر کھڑا ہونا چاہیئے۔ اور وعظ کے ساتھ اپنے اندر اور باہر سے لوگوں پر ثابت کر دینا چاہیئے۔ کہ وہ ان سے کوئی ذاتی فائدہ اور نفع کی امید نہیں رکھتا۔ اور نہ ان سے اپنی ذات کے لئے کچھ چاہتا ہے۔ جب کوئی مبلغ اپنے آپ کو ایسا ثابت کر دیگا۔ تو اس کے وعظ کا اثر ہوگا۔ ورنہ وعظ بالکل بے اثر جائیگا۔

اسی طرح دوسرے وقت میں بھی سوال کرنے سے واعظ کو بالکل بچنا چاہیئے۔ سوال کرنا تو یوں بھی منع ہے۔ اور کسی مومن کے لئے پسندیدہ بات نہیں ہے۔ لیکن اگر واعظ سوال کرے گا تو یہ سمجھا جائے گا۔ کہ وعظ اسی وجہ سے ہی کرتا ہے۔ پس یہ نہایت ہی ناپسندیدہ بات ہے۔ اور واعظوں کو خاص طور پر اس سے بچنا چاہیئے۔ ورنہ ان کے وعظ کا اثر زائل ہو جائیگا۔ یا کم ہو جائے گا۔

دوسری ہدایت

دوسری بات واعظ کے لئے یاد رکھنے کے قابل یہ ہے۔ کہ دلیر ہو۔ جب تک واعظ دلیر نہ ہو۔ اس کی باتوں کا دوسروں پر اثر نہیں پڑتا۔ اور اس کا دائرہ اثر بہت محدود رہ جاتا ہے۔ کیونکہ وہ انہی لوگوں میں جانے کی جرأت کرتا ہے۔ جہاں اس کی باتوں پر واہ وا ہوتی ہے۔ لیکن اگر دلیر ہوتا۔ تو ان میں بھی جاتا۔ جو گالیاں دیتے۔ دھکّے دیتے اور بُرا بھلا کہتے ہیں۔ اور اس طرح اس کا حلقہ بہت وسیع ہوتا۔ ہماری جماعت کے مبلغ سوال کرنے سے تو بچے ہوئے ہیں۔ اور ان میں سے بہت میں غنا کی حالت بھی پائی جاتی ہے۔ مگر یہ کمزوری ان میں بھی ہے۔ کہ جہاں اپنی جماعت کے لوگ ہوتے ہیں۔ وہاں تو جاتے ہیں۔ اور وعظ کرتے ہیں۔ لیکن جہاں کوئی نہیں ہوتا۔ وہاں نہیں جاتے اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کے دل میں مخفی طور پر واہ وا سننے کی عادت جاگزیں ہوتی ہے۔ وہ دورے کرتے ہیں۔ اور بیس بیس دفعہ جاتے ہیں۔ مگر انہی مقامات پر جہاں پہلے جا چکے ہیں۔ اور جہاں احمدی ہوتے ہیں۔ اور جس جگہ کوئی احمدی نہ ہو وہاں اس خیال سے کہ ممکن ہے۔ کوئی گالیاں دے یا مارے نہیں جاتے۔ حالانکہ سب سے زیادہ ضرورت انہی مقامات پر جانے کی ہوتی ہے۔ جہاں کوئی احمدی نہ ہو۔ کیونکہ جہاں بیج ڈال دیا گیا ہے۔ وہاں وہ خود بڑھے گا۔ اور جہاں ابھی بیج ہی نہیں پڑا۔ وہاں ڈالنا چاہیئے۔ اور خدا تعالےٰ کی بھی یہی سنت معلوم ہوتی ہے۔ کہ کسی ایک جگہ ساری کی ساری جماعت نہیں ہوتی۔ بلکہ متفرق طور پر ہوتی ہے اسی قادیان میں دیکھ لو۔ یہاں کے سارے باشندوں نے تو حضرت مسیح موعودؑ کو نہیں مان لیا۔ بلکہ اشد ترین مخالف یہاں ہی ہیں۔ مگر بٹالہ کے کچھ لوگوں نے آپ کو مان لیا۔ پھر وہاں بھی سب نے نہیں مانا۔ بلکہ اکثر مخالف ہی ہیں۔ پھر لاہور میں کچھ لوگوں نے مان لیا۔ اسی طرح کچھ نے کلکتہ میں مانا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے بیج کی طرح صداقت کو بویا ہوا ہے۔ اور اس طرح خدا تعالےٰ صداقت کے مقام اور چھاؤنیاں بناتا جاتا ہے۔ تاکہ ان کے ذریعہ ارد گرد اثر پڑے۔

پس یہ خیال بالکل نادرست ہے۔ کہ فلاں جگہ کے سب لوگوں کو احمدی بنالیں۔ تو پھر آگے جائیں۔ اگر ایسا ہونا ضروری ہوتا۔ تو قادیان کے لوگ جب تک سب کے سب نہ مان لیتے۔ ہم آگے نہ جاتے۔ لیکن

ایسا نہیں ہوا۔ اور نہ ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ بعض ایسی طبائع ہوتی ہیں۔ کہ دس بیس دن میں مان جاتی ہیں۔ بعض اس سے زیادہ عرصہ میں بعض دو تین سال میں اور بعض دس پندرہ سال میں۔ اور ہر جگہ ایسی طبع کے لوگ ہوتے ہیں۔ اب اگر ان لوگوں کی وجہ سے جنہوں نے لمبے عرصہ کے بعد ماننا ہے دوسری جگہ نہ جائیں گے۔ تو وہاں کے ایسے لوگوں کو جو جلدی ماننے والے ہیں۔ اپنے ہاتھ سے کھو دینگے۔ اور ان کو اپنے ساتھ نہ ملا سکیں گے۔ مگر ہماری مبلغوں نے ابھی تک اس بات کو سمجھا نہیں۔ اور اسی کے نہ سمجھنے کی وجہ سے ہزاروں اور لاکھوں آدمی ایسے ہیں۔ جو صداقت کو قبول کرنے سے ابھی تک محروم ہیں۔ اگر سب جگہ ہماری جماعت کے مبلغ جاتے۔ تو بہت سے لوگ مان لیتے۔ چونکہ ہر جگہ ایسی طبیعتیں موجود ہیں۔ جو جلد صداقت کو قبول کرنے والی ہوتی ہیں۔ اس لئے ہر جگہ تبلیغ کرنی چاہیئے۔

یہاں ایک دوست نے بتایا۔ کہ ایک شخص ان کو ریل میں ملا۔ معمولی گفتگو ہوئی۔ اور اس نے مان لیا۔ اور پھر وہ یہاں آیا۔ صرف تین روپے اس کی تنخواہ ہے۔ اور روٹی کپڑا اسے ملتا ہے مگر اس میں بڑا اخلاص ہے۔ اور اخبار خریدتا ہی تو صرف ایک دن کی ملاقات کی وجہ سے وہ احمدی ہو گیا۔

ہمیں دائرہ اثر وسیع کرنے کی ضرورت ہے مگر مبلغین کی کمزوری کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ مبلغ کو دلیر ہونا چاہیئے۔ اس کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے کہ مبلغ کی دلیری اور جرأت کا بھی دوسروں پر اثر پڑتا ہے۔ اور لوگ اس کی جرأت کو دیکھ کر ہی مان لیتے ہیں۔ کئی ہندو اور مسلمان اسی لئے عیسائی ہو گئے۔ کہ اُنہوں نے پادریوں کی اشاعت مسیحیت میں دلیری اور جرأت کو دیکھا۔ اور اس سے متاثر ہو گئے۔ تو مبلغ کو دلیر ہونا چاہیئے۔ اور کسی سے ڈرنا نہیں چاہیئے۔ اور ایسے علاقوں میں جانا چاہیئے۔ جہاں تا حال تبلیغ نہ ہوئی ہو۔

دلیری اور جرأت ایسی چیز ہے۔ کہ تمام دنیا میں اکرام کی نظر سے دیکھی جاتی ہے۔ اور مبلغ کے لئے سب سے زیادہ دلیر ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ وہ دوسروں کے لئے نمونہ بن کر جاتا ہے۔ اگر مبلغ ہی دلیر نہ ہوگا۔ تو دوسروں میں جو اسے اپنے لئے نمونہ سمجھتے ہیں۔ دلیری کہاں سے آئیگی۔ ہمارے مبلغوں میں اس بات کی کمی ہے۔ اور وہ بہت سے قلعے اسی دلیری کے نہ ہونے کی وجہ سے فتح نہیں کر سکتے۔ ورنہ بعض علاقے ایسے ہیں۔ کہ اگر کوئی جرأت کر کے چلا جائے۔ تو صرف دیاسلائی لگانے کی ضرورت ہو آگے خود بخود شعلے نکلنے شروع ہو جائیں گے۔ مثلاً افغانستان اور خاص کر سرحدی علاقے۔ ان میں اگر کوئی مبلغ زندگی کی پرواہ نہ کر کے چلا جائے۔ تو بہت جلد سارے کے سارے علاقہ کے لوگ احمدی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کی حالت عربوں کی طرح ہے۔ وہ جب احمدی ہونگے تو اکٹھے کے اکٹھے ہی ہوں گے۔

عام طور پر متمدن ممالک میں قوانین کے ذریعہ بہت کام چلایا جاتا ہے۔ مثلاً اگر یہاں کسی کو کوئی دشمن قتل نہیں کرتا۔ تو اس لئے نہیں۔ کہ زید یا بکر کے دوست اور اس کے ہم قوم اس کا مقابلہ کرینگے۔ بلکہ اس لئے قتل نہیں کرتا۔ کہ قانون اسے پھانسی دیگا۔ اس لئے ایسے ممالک میں جو متمدن ہوں۔ قانون کے ڈر کی وجہ سے لوگ ظلم سے رُکتے ہیں۔ لیکن جہاں تمدن نہ ہو۔ وہاں ذاتی تعلقات بہت زوروں پر ہوتے ہیں۔ کیونکہ ہر ایک شخص اپنا بچاؤ اسی میں سمجھتا ہے۔ کہ وہ اپنی قوم کے آدمیوں کی جنبہ داری کرے۔ تا وہ بھی بوقت ضرورت اس کی جنبہ داری کریں۔ اور اس طرح ان ممالک میں کوئی شخص اکیلا نہیں ہوتا۔ جو حال یہاں گھرانوں کا ہوتا ہے وہ ان ممالک میں قوموں کا ہوتا ہے۔ اور اگر ان ممالک میں پندرہ بیس آدمی جان ہتھیلی پر رکھ کر چلے جائیں۔ اور کچھ لوگوں کو بھی احمدی بنالیں۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ارد گرد کی قومیں ان پر ظلم کرینگی اور قومی جنبہ داری کے خیال سے ان کے ہم قوم بھی احمدیت کو قبول کر لیں گے۔ اور اس طرح تھوڑے ہی عرصہ میں تیس چالیس لاکھ آدمی سلسلہ میں داخل ہو سکتا ہے۔

افریقہ کے لوگ اسی طرح عیسائی ہوئے۔ پہلے پہل ان میں ایک عورت گئی۔ جو علاج وغیرہ کرتی تھی۔ اس وجہ سے وحشی لوگ اسے کچھ نہ کہتے لیکن ایک دن انہیں غصہ آگیا۔ اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھا گئے۔ اس عورت کا ایک نوکر تھا۔ جسے اس نے عیسائی کیا ہوا تھا۔ اس نے تین سو میل کے فاصلہ پر جا کر جہاں انگریز موجود تھے۔ بتایا۔ کہ وہ عورت ماری گئی ہے۔ وہاں سے ولایت تار دی گئی۔ اور لکھا ہے۔ کہ جب ولایت میں اس عورت کے مرنے کی تار شائع ہوئی۔ تو جس مشن سے وہ عورت تعلق رکھتی تھی۔ اس میں صبح سے لیکر شام تک بہت سی عورتوں نے درخواستیں دیں۔ کہ ہم کو وہاں بھیج دیا جائے۔ چنانچہ بہت سے مبلغ اپنے خرچوں پر وہاں گئے۔ اور سارے یوگنڈا علاقہ کے لوگ عیسائی ہو گئے۔

وہ عورت سات سال تک اکیلی وہاں کام کرتی رہی۔ اور جب وہ ماری گئی۔ تو اس کی دلیری اور جرأت کی وجہ سے سب میں جرأت پیدا ہو گئی۔ اور انہوں نے کسی خطرے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے وہاں جانے کی درخواستیں دیدیں۔

پس مبلغ کی جرأت بہت بڑا کام کرتی ہے۔ اور اس کی وجہ سے دوسروں میں بھی جرأت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے خوشی سے سنایا۔ کہ پیغامیوں کے مبلغوں کو ایک جگہ مار پڑی ہے

وہ تو خوش ہو کر سن رہا تھا۔ مگر میں اس وقت افسوس کر رہا تھا۔ کہ وہاں ہمارے مبلغ کیوں نہ تھے۔ جنہیں مار پڑتی۔ اور دلیری اور جرأت دکھلانے کا انہیں موقعہ ملتا۔ گو افسوس ہے۔ کہ پیغامی مبلغوں نے بُزدلی دکھائی۔ اس موقع کو ضائع کر دیا۔ مگر ان کا مار کھانا خود کوئی ہتک کی بات نہ تھی۔ بلکہ اگر وہ دلیری سے کام لیتے۔ تو یہ ایک قابل قدر کارنامہ ہوتا۔ ہمارے واعظ حکیم خلیل احمد صاحب کو جب مدراس میں تکلیف پہنچی۔ اور ان پر سخت خطرناک حملہ کیا گیا۔ اور ان کے قتل کرنے کی کوشش کی گئی۔ تو مجھے بہت خوشی ہوئی۔ اور میں نے اس خبر کو اخبار میں شائع کرایا۔ جس پر ایک دوست نے سخت افسوس کا خط لکھا کہ اخبار والوں کو منع کیا جائے۔ کہ ایسی خبر نہ شائع کیا کریں۔ حالانکہ وہ خبر میں نے خود کہکر شائع کرائی تھی۔ اور منجملہ اور حکمتوں کے ایک یہ غرض تھی۔ کہ اس خبر کے شائع ہونے سے جماعت میں غیرت پیدا ہو۔ اور ان میں سے اور لوگ اپنے آپ کو تبلیغ کے لئے پیش کریں۔ یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ میرا یہ منشاء نہیں۔ کہ خود بخود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالو۔ بلکہ یہ مطلب ہے۔ کہ کسی جگہ کی تبلیغ اس لئے مت ترک کرو۔ کہ وہاں کوئی خطرہ ہے اور نہ میرا یہ منشاء ہے۔ کہ لوگ بے شک تکلیف دیں۔ اس تکلیف کا مقابلہ نہ کرو۔ بے شک قانوناً جہاں ضرورت محسوس ہو۔ اس کا مقابلہ کرو۔ مگر تکالیف اور خطرات تمہیں اپنے کام سے نہ روکیں۔ اور تمہارا حلقۂ کار محدود نہ کر دیں۔

میں نے اخلاق کے مسئلہ کا مطالعہ کیا ہے۔ اور دیکھا ہے۔ کہ ستر فی صدی گناہ جرأت اور دلیری کے نہ ہونے کے سبب سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر جرأت نہ ہو۔ تو اس قدر گناہ نہ ہوں۔ پس دلیری اپنے اندر پیدا کرو۔ تاکہ ایک تو خود ان گناہوں سے بچو۔ جو جرأت نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور دوسرے تمہاری کوششوں کے اعلےٰ نتائج پیدا ہوں۔ ہاں اس کے ساتھ یہ بات بھی یاد رکھو۔ کہ اپنی طرف سے ہر قسم کے فساد یا جھگڑے کے دور کرنے کی کوشش کرو۔ اور موعظہ حسنہ سے کام لو۔ اس پر بھی اگر کوئی تمہیں دُکھ دیتا ہے مارتا ہے۔ گالیاں نکالتا ہے۔ یا بُرا بھلا کہتا ہے۔ تو اس کو برداشت کرو۔ اور ایسے لوگوں کا ایک ذرہ بھر خوف بھی دل میں نہ لاؤ۔

تیسری ہدائت

تیسری بات مبلغ کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ اسمیں لوگوں کی ہمدردی اور ان کے متعلق قلق ہو۔ جس جگہ گئے۔ وہاں ایسے افعال کئے۔ کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ یہ ہمارا ہمدرد ہے۔ اگر لوگوں پر یہ بات ثابت ہو جائے۔ تو پھر مذہبی مخالفت سرد ہو جائے کیونکہ مذہبی جذبات ہی ساری دنیا میں کام نہیں کر رہے۔ اگر یہی ہوتے۔ تو ساری دنیا مسلمان ہوتی۔ پس مبلغ کے لئے نہایت ضروری ہے۔ کہ وہ جہاں جائے۔ وہاں کے لوگوں پر ثابت کر دے۔ کہ وہ ان کا ہمدرد اور خیر خواہ ہے۔ جب لوگ اسے اپنا خیر خواہ سمجھیں گے۔ تو اس کی باتوں کو بھی سنیں گے۔ اور ان پر اثر بھی ہوگا۔

چوتھی ہدائت

چوتھی بات مبلغ کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ دنیاوی علوم سے جاہل نہ ہو۔ اس سے بہت بڑا اثر پڑتا ہے۔ مثلاً ایک شخص پوچھتا ہے۔ کہ جاوا کہاں ہے۔ گو اس کا دین اور مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور اگر کوئی نہ جانتا ہو۔ تو اس کے مذہب میں ...... کوئی نقص نہیں آجائے گا۔ مگر جب ایک مبلغ سے یہ پوچھا جائیگا۔ اور وہ اس کے متعلق کچھ نہیں بتا سکے گا۔ تو لوگ اسے حقیر سمجھیں گے کہ اتنا بھی نہیں جانتا۔ کہ جاوا کہاں ہے جہاں تین کروڑ کے قریب مسلمان بستے ہیں۔

تو مبلغ کو جنرل نولیج حاصل ہونا چاہیئے۔ تاکہ کوئی اسے جاہل نہ سمجھے۔ ہاں یہ ضروری نہیں۔ کہ ہر ایک علم کا عالم ہی ہو۔ لیکن کچھ نہ کچھ واقفیت ضرور ہونی چاہیئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ ایک واقعہ سنایا کرتے تھے۔ کہ ایک دفعہ آپ ایک بیمار کو دیکھنے کے لئے گئے۔ وہاں ایک اور طبیب صاحب بھی بیٹھے تھے۔ آپ نے اہل خانہ سے پوچھا۔ تھرما میٹر لگا کر بیمار کو دیکھا ہے یا نہیں۔ طبیب صاحب نے کہا۔ اگر آپ نے انگریزی دوائیاں استعمال کرنی ہیں۔ تو میں جاتا ہوں۔ مولوی صاحب نے فرمایا تھرما میٹر کوئی دوائی نہیں بلکہ ایک آلہ ہے۔ جس سے بخار کا درجہ معلوم کیا جاتا ہے۔ کہ کس قدر ہے۔ اس نے کہا۔ آلہ ہو یا کچھ اور۔ ہر ایک انگریزی چیز گرم ہوتی ہے۔ اور بیمار کو پہلے ہی بہت زیادہ گرمی ہے تو اس قسم کے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ جنہیں عام باتوں کا کچھ علم نہیں ہوتا۔ اور مجلسوں میں سخت حقیر سمجھے جاتے ہیں۔ مبلغ کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ علم مجلس سے واقف ہو۔ اور کسی بات کے متعلق ایسی لاعلمی کا اظہار نہ کرے۔ جو بے وقوفی کی حد تک پہنچی ہوئی ہو۔ حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے۔ ایک بادشاہ تھا۔ جو کسی پیر کا بڑا معتقد تھا۔ اور اپنے وزیر کو کہتا رہتا تھا۔ کہ میرے پیر سے ملو۔ وزیر چونکہ اس کی حقیقت جانتا تھا۔ اس لئے ٹلاتا رہتا۔ آخر ایک دن جب بادشاہ پیر کے پاس گیا۔ تو وزیر کو بھی ساتھ لیتا گیا۔ پیر صاحب نے بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ بادشاہ سلامت دین کی خدمت بڑی اچھی چیز ہے۔ سکندر بادشاہ نے دین اسلام کی خدمت کی اور وہ اب تک مشہور چلا آتا ہے۔ یہ سنکر وزیر نے کہا۔ دیکھئے حضور پیر صاحب کو ولایت کے ساتھ تاریخ دانی کا بھی بہت بڑا ملکہ ہے اس پر بادشاہ کو اس سے نفرت ہو گئی۔ حضرت صاحب یہ قصہ سنا کر فرمایا کرتے تھے۔ کہ علم مجلس بھی نہایت ضروری ہے۔ جب تک انسان اس سے واقف نہ ہو

دوسروں کی نظروں میں حقیر ہو جاتا ہے۔

اسی طرح آداب مجلس کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ مثلاً ایک مجلس مشورہ کی ہو رہی ہو۔ اور کوئی بڑا عالم ہو۔ مگر اس مجلس میں جا کر سب کے سامنے لیٹ جائے۔ تو کوئی اس کے علم کی پروا نہیں کرے گا۔ اور اس کی نسبت لوگوں پہ بہت بڑا اثر پڑے گا۔ پس یہ نہایت ضروری علم ہے۔ اور مبلغ کا اس کو جاننا بہت ضروری ہے۔ ہر ایک مبلغ کو چاہیئے۔ کہ وہ جغرافیہ تاریخ حساب۔ طب۔ آداب گفتگو۔ آداب مجلس وغیرہ علوم کی اتنی اتنی واقفیت ضرور رکھتا ہو۔ جتنی مجلس شرفاء میں شامل ہونے کے لئے ضروری ہے اور یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ تھوڑی سی محنت سے یہ بات حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کے لئے ہر علم کی ابتدائی کتابیں پڑھ لینی چاہئیں۔

پھر واقعات حاضرہ سے واقفیت ہونی چاہیئے۔ مثلاً کوئی پوچھے۔ کہ مسٹر گاندھی کون ہے اور مبلغ صاحب کہیں۔ کہ میں تو نہیں جانتا تو سب لوگ ہنس پڑیں گے۔ اور اسے حقیر سمجھیں گے۔ اس لئے ایسے واقعات سے جو عام لوگوں سے تعلق رکھتے ہوں۔ اور روزمرہ ہو رہے ہوں۔ ان سے واقفیت حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔

(باقی دارد)

اعلان } قادیان اور قادیان سے باہر کے احمدی احباب کو مطلع کیا جاتا ہے کہ حبیب الرحمٰن عرف خان کابلی احراریوں کے ساتھ ملکر فساد برپا کرنے اور اپنی گمراہی کا جال پھیلا کر احمدیوں کو قسم قسم کے دہوکے دینے میں کوشاں ہے۔ خطوط اور اپنا تصنیف کردہ گمراہ کن لٹریچر احمدیوں کے پاس بھیجکر ان کو ورغلانے کی نامسعود کوشش کرتا رہتا ہے احباب اس کے جال میں پھنسنے سے بچے رہا کریں۔ اور اگر کسی کو اس کی طرف سے کوئی خط یا اسکی کوئی تصنیف موصول ہو۔ تو وہ خاکسار کے پاس ارسال کر دیں:۔ (ناظر امور عامہ سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان)

دیانندی مشن

پیدائش عالم!

(۳)

اکثر تجربہ میں آیا ہے۔ کہ آریہ سماجیوں کو مخلوقات کے قدیم ماننے کی یہ بھی ضرورت پڑی ہے کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ اگر یہ مخلوقات ازلی نہ ہو۔ تو پھر ان کا پرمیشر ازل سے ..... بادشاہ کیسے ہو سکتا ہے وہ ازلی مالک کس طرح ہو سکتا ہے۔ اور اسی غلط بنیاد پر وہ دور تسلسل کی غلط عمارت کو کھڑا کر لیتے ہیں۔ اس لئے ہم اس پہلو کو بھی صاف کر کے بیان کرتے ہیں:

قدیم ہستی کے صفات قدیم ہوتے ہیں۔ اور وہ کبھی اپنے موصوف سے علیحدہ نہیں ہو سکتے۔ اور ان کا وجود موصوف کی ذات کے ساتھ ہوتا ہے نہ اس کے غیر کے سہارے مثلاً سورج روشن ہے تو سورج کی روشنی ہر حالت میں روشنی ہے۔ خواہ اوس روشنی کو دیکھنے والا کوئی ہو یا نہ ہو سوائے سورج کے کوئی چیز ہو یا نہ ہو۔ سورج کی روشنی روشنی ہے اسی طرح خدا تعالیٰ رحیم بھی ہے مالک بھی ہے قادر بھی ہے۔ خالق بھی ہے۔ لیکن اس کے رحیم مالک قادر اور خالق ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ کسی دوسری چیز کی ہستی بھی ضرور ہو۔ دنیا اور تمام موجودات میں سے کچھ بھی نہ رہے۔ مگر خدا کے رحیم ہونے میں یا قادر مالک اور خالق ہونے میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ کیونکہ اس کی تمام صفات ذاتی صفات ہیں۔ اور ذاتی صفات کا قیام اوروں کے ناشس ہونے کے بعد بھی ویسا ہی ہوتا ہے۔ جیسے ان کے ہونے کی حالت میں ہوتا ہے۔ اور یہی ذاتی صفت کی تعریف ہے۔

زیادہ وضاحت کے لئے خدا تعالےٰ کی صفت علم کو دیکھو۔ آج سے کروڑوں برس بعد ایک واقعہ پیش آنے والا ہے۔ جس کا اس وقت کوئی کسی قسم کا بھی نشان نہیں ہے۔ لیکن آریہ بھی مانتے ہیں۔ کہ خدا کو اس کا آج بھی علم ہے اور ویسا ہی ہے۔ جیسے آج ہو چکے ہوئے واقعات کا اور آج کے ہونے والے واقعات کو وہ ازل سے جانتا ہے پس اس کا باوجود موجودات کے نہ ہونے کے علیم ہونا ایک مثال ہے اس بات کے سمجھانے کے لئے کہ وہ مالک ہے اور تھا۔ اس تمام مخلوقات کا قبل اس کے کہ وہ جامۂ وجود پہنتی۔ اور ان تمام مخلوقات کا آج وہ مالک ہے۔ جو لاکھوں کروڑوں برسوں بعد پیدا ہونے والی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس دوسری صفات کا بھی موصوف ہے۔ جبکہ کچھ بھی نہ ہو۔ اور یہ کہنا کہ جب کچھ نہ تھا۔ تو وہ مالک کس طرح کا تھا۔ اور حاکم کس کا تھا۔ اور رحم کس پر کرتا تھا۔ سب بودے سوالات ہیں۔ جن کے تہ میں سوائے جہالت کے کچھ نہیں ہے۔

مذکورہ بالا اصل کی بناء پر ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔ کہ خواہ مخواہ ایک غلط بنا پر دوسری غلط بنا رکھ لیں گیا ضرورت ہے۔ کہ جہالت سے صرف یہ بہانہ بنایا جاوے۔ کہ اگر دنیا کے سلسلہ کو ازلی نہ مانیں تو خدا کی حکومت کس پر ہو گی۔ اس لئے ہم یہ مانتے ہیں۔ کہ ”سلسلہ عالم پرواہ سے انادی ہے“ تم اس بات کا ذرا فکر نہ کرو۔ وہ جس کی قدرت یہ ہے کہ اس تمہارے فرضی قدیم مادے اور ارواح سے کروڑوں درجے زیادہ مخلوقات ایک آن کی آن میں پیدا کر سکتا ہے۔ وہ تمہارے اس پرمیشر

ہے کہ جس کے قبضہ میں ازلی مادہ اور ازلی ارواح ہیں اور جو خود ایک ذرہ پیدا نہیں کر سکتا۔ بے شمار درجے قدرت حکومت ملکیت میں بڑھا ہؤا ہے۔ بھلا جو عدم سے ہستی کر دے۔ وہ کبھی بغیر ملکیت کے کہلا سکتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ جس کے ہاتھ میں ہنر ہے۔ اس کی وہی دولت ہے۔ جسے کوئی لوٹ نہیں سکتا۔

ازلی پرمیشر کی ازلی پرجا

اب ذرا اس کا دوسرا رُخ بھی دیکھو جو یہ ہے کہ "ارواح اور مادہ ازلی ہیں۔ اور پرمیشر انکا مالک ہے۔ ازلی پرمیشر کی ازلی رعایا بھی دو قدیم ہستیاں ہیں" اب جس قدر یہ بیان بے دلیل اور ناقص ہے اور اس سے زیادہ کیا ہو گا۔ دیکھو جو چیز قدیم ہے وہ اپنی صفات وغیرہ میں کسی دوسرے کی محتاج ہو سکتی ہے کیونکہ قدیم وہی ہے۔ جو قائم بالذات ہو۔ اب اگر مادہ روح قدیم ہے۔ تو پرمیشر کا ہونا یا نہ ہونا لبقاء مادہ اور روح کے لئے غیر ضروری ہے۔ اگر کہا جائے کہ پرمیشر کا ہونا ضروری ہے تو روح اور مادہ کی قدامت خاک میں مل گئی۔ کیونکہ پھر وہ محتاج بالغیر ہؤا اور جو اوروں کے سہارے کا محتاج ہے۔ وہ قدیم کہاں رہا۔ لیکن چونکہ آریہ سماجی مادہ اور روح کو قدیم مانتے ہیں۔ پس یہ ماننا پڑیگا۔ کہ اگر پرمیشر نہ بھی ہو تو بھی روح اور مادہ کا وجود باقی رہے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ روح اور مادہ کا خدا مالک برائے نام ہے۔ حقیقت میں اس کا تصرف روح اور مادہ پر کچھ بھی نہیں ہے۔ فرض کرو روح اور مادہ میں مل جانے کی طاقت نہیں رہی اب پرمیشر لاکھ برس ان کو جوڑتا رہے۔ وہ کب جُڑ سکتے ہیں۔ کیا یہی اختیار اور مالکیت ہے مالک تو وہ ہے جو اپنی ملکیت پر پورا پورا تصرف رکھتا ہے آریو خود تم مانتے ہو کہ تمہارا پرمیشر روح اور مادہ کے سبھاوک گنوں (ذاتی خاصیتوں) کو ہرگز ہرگز بدل نہیں سکتا۔ پس یہ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ ان گنوں پر تمہارے پرمیشر کا کوئی اختیار نہیں۔ وہ تو صرف اسی قدر کر سکتا ہے۔ کہ روح مادہ کی صفات کے ماتحت کام کرتا جاوے۔ ورنہ وہ کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا۔ آہ کیا یہ مالک ہے۔ کس قدر دھوکہ ہے۔ کہ ازلی مالک کے لئے ملکیت وہ بنائی جاوے جس پر اسے خود بھی کوئی اختیار نہیں ہے۔ اگر آریہ مہاشے مالک کی تعریف کو جاننا چاہتے ہیں تو حضرت مسیح موعود کے چشمہ معرفت کی طرف متوجہ ہوں۔

دن اور رات کا دور تسلسل

سوامی دیانند جی کی ساری دلیل کو ہم نے نقل کر دیا ہے۔ اور اس کے ایک ایک فقرہ کا جواب بھی دے دیا گیا۔ لیکن سوامی جی کی دور تسلسل کی مثال پر ابھی تک میں نے کچھ نہیں لکھا۔ سوامی جی فرماتے ہیں۔ کہ دن سے پہلے رات اور رات سے پہلے دن یہ بھی دور تسلسل ہے۔ ہر دن کا آغاز ہے ہر رات کا آغاز ہے۔ مگر ان کا سلسلہ پرواہ سے انادی ہے۔ یہ مثال جو بطور دلیل پیش کی گئی ہے۔ خود ہی محتاج ثبوت ہے۔ مگر ہمارے بیسویں صدی عیسوی کے مہارشی اسے بطور ایک دلیل محکم اور اصول مسلمہ پیش کرتے ہیں۔ اس لئے ہم بھی اس پر کچھ لکھتے ہیں۔ یہی دلیل محتاج الثبوت تمام آریہ مہاشے پیش کرتے ہیں۔ اور کیوں نہ پیش کریں۔ جبکہ سوامی جی ستیارتھ پرکاش میں اس دلیل سے کام چلاتے ہیں۔ لیکن وہ یہ نہیں سوچتے کہ دن اور رات کیا بلا ہیں۔ اور کس طرح پیدا ہوتے ہیں۔ دن اور رات وقت کی دو مختلف حالتیں ہیں۔ جو زمین کی گردش سے پیدا ہوتی ہیں۔ ورنہ وقت ایک ہی ہے۔ یہ دونوں حالتیں چونکہ زمین کی گردش کا نتیجہ ہیں۔ اور گردش زمین کا آغاز ہے۔ اس تمام سلسلہ رات و دن کا آغاز ہے پرواہ سے انادی کہنا غلط ہے۔ اگر زمین اور سورج دونوں قدیم ہوتے تو یہ بات درست تھی کہ چونکہ قدیم سے زمین گردش کرتی ہے۔ اس لئے تب ہی سے دن اور رات سلسلہ وار پیدا ہوتے چلے آتے ہیں۔ مگر یہاں تو زمین کی پیدائش کے خود سماجی بھی قائل ہیں۔ اور خواہ وہ لاکھ دفعہ بھی پیدا ہو چکی ہو۔ مگر اس کے بننے اور بگڑنے کے سلسلہ کا آغاز ہے۔ پس دن رات جو سلسلہ پیدائش زمین میں ایک خاص حالت کا نام ہے ضرور اس کا بھی آغاز ہے۔ پھر یہ بھی ایک سوچنے کے لائق بات ہے۔ کہ دن اور رات جو یکے بعد دیگرے آتے ہیں۔ ان میں سے پہلے کون ہے؟ کیونکہ جب سے دن ہے تب ہی سے رات ہے۔ یہ غلط ہے کبھی رات اور دن ایک ہی وقت میں موجود نہیں ہو سکتے۔ بلکہ رات کا وجود دن کی نفی کرتا ہے۔ اور دن کا وجود رات کی نفی۔ پس ضروری ہے۔ اس سلسلہ رات دن میں یا دن پہلے ہو یا رات ہم خواہ بتا سکیں یا نہ بتا سکیں۔ مگر دونوں میں سے ایک ضرور پہلے ہے۔ اور جب تسلسل کا ایک حصہ پہلے ہے۔ تو دوسرے حصہ کے آغاز کا ہونا خود بخود ثابت ہو گیا۔ اور پہلا حصہ بھی حادث ہؤا۔ کیونکہ اگر وہ قدیم ہوتا۔ تو کبھی ناش نہ ہوتا۔ فرض کرو پہلے رات تھی۔ (قیاس بھی یہی چاہتا ہے۔ کیونکہ دن کا وجود سورج کی ہستی پر موقوف ہے۔ مگر رات سورج کے بغیر بھی باقی رہتی ہے) لیکن رات کی ہستی کو دن نے مٹا دیا۔ تو کیا یہ ثابت نہیں ہو گیا۔ کہ رات قدیم نہ تھی۔ اور ایسے ہی یہ بھی ماننا پڑا۔ کہ دن جو رات کے بعد آیا۔ وہ بھی حادث ہے۔ پھر اب ان کا تسلسل خود بخود فانی ہؤا۔

وقت کیا ہے؟

میں نے کہا ہے کہ وقت کی دو مختلف حالتوں کا نام رات و دن ہے۔ لیکن اگر یہ سوچا جائے کہ وقت خود کیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وقت کچھ بھی نہیں۔ صرف مقدار فعل کا نام ہم وقت رکھ لیتے ہیں جیسے

آریہ سماجی کہا کرتے ہیں۔ کہ پیدائش عالم سے پرے تک کئی ارب برس ہوتے ہیں۔ اب یہ کئی ارب برس کیا ہیں۔ کچھ بھی نہیں۔ برس کیا ہوتا ہے۔ سورج کا ایک خاص نقطے سے چلکر پھر اسی پائنٹ point پر پہنچ جانا ہندوؤں کے نزدیک ایک برس ہے۔ ورنہ بذات خود یہ برس وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر ہم یہ فرض کرلیں۔ کہ دنیا میں کوئی فعل بھی نہیں ہے۔ نہ زمین ہے نہ اس کی گردش نہ ہوا نہ اس کی رفتار نہ ستارے نہ سیارے اور نہ ان کی گردش وغیرہ اب وقت کچھ بھی نہیں رہا۔ کیونکہ وقت سوائے اس کے کچھ بھی نہیں۔ کہ کسی فعل کے آغاز سے انجام تک مدت کا نام دن ماہ و سال وغیرہ رکھ دیتے ہیں۔ نہ کوئی کام ہوگا نہ وقت ہوگا۔ یہی وجہ ہے۔ شاید آریوں نے بھی وقت کو قدیم نہیں مانا۔ پس جب وقت خود ہی کام کے آغاز سے انتہا تک مدت کا نام ہے۔ تو ایسے وقت کی دو حالتیں جو رات دن ہے۔ وہ قدیم کیسے ہوسکتی ہیں۔

پیدائش اور مرنے کا دورہ تسلسل

اکثر آریہ سماجی جینے اور مرنے کو بھی ایک تسلسل کی صورت میں مانتے ہیں۔ سو ہم اس کا بھی اصل حال بیان کرتے ہیں۔ پیدائش تو خود ہی بتاتی ہے کہ اس فعل کا آغاز ہوتا ہے۔ اور مرنا چونکہ پیدائش کے بعد آتا ہے۔ اس لئے مرنا بھی ایک حادث فعل ہے۔ اب ان دونوں حالتوں سے ملکر جو سلسلہ پیدا ہوا۔ وہ بھی ضرور حادث ہے۔ جب تک پیدائش نہ ہو۔ تب تک وفات کا وجود نہیں ہوسکتا پس ضرور پیدائش ترتیب کے لحاظ سے پہلے ہے۔ اور وفات بعد ازاں ہے۔ جب سے پیدائش تب ہی سے وفات نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ دو نو ضدیں ہیں اور ان کا ایک ہی جز کے ساتھ ایک ہی وقت سے متعلق نہیں ہوسکتا۔ لازماً ماننا ہوگا۔ کہ دونوں میں سے ایک اول ہے۔ جب کسی ایک حالت کو اول مانا۔ تو ہر حالت حادث ہوگئی۔ اور پرواہ سے انادی سلسلہ جاتا رہا۔

ایک آدمی آج پیدا ہوا۔ کل مرا اور اسی طرح پیدا ہوتا اور مرتا ہے۔ اب سماجی دوست کہتے ہیں۔ کہ یہ حالت پیدا ہونے اور مرنے کی ازل سے ہی چلی آرہی ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ ازلی حالت اور اس میں یہ تغیر و تبدل محال ہے۔ سوچو تو سہی کہ اگر یہ ازل سے ہی سلسلہ ہے تو خود ہے یا کسی کے سبب سے ہے۔ اگر خود بخود ہے۔ تو خدا کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہ رہا۔ اور نیز یہ بتانا ہوگا۔ کہ جب دو مختلف حالتیں یکے بعد دیگرے ہیں۔ تو دونوں میں سے اول کون سی ہے۔ اور پھر وہ پہلی قدیمی حالت دوسری حالت سے ناش کیوں ہو جاتی ہے۔ اگر پیدائش یا حالت موجودگی پہلے سے ہے۔ تو یہ قدیم حالت موت سے فنا کیوں ہو جاتی ہے۔ اور اسی طرح اگر عدم موجودگی کی حالت پہلے ہے۔ تو اس حالت سے وجودی حالت پیدا ہوکر عدم موجودگی کی حالت کو کیوں توڑ دیتی ہے اور اگر یہ سلسلہ پیدائش و فنا خدا تعالیٰ کے سبب سے ظہور میں آتا ہے۔ (اور یہی سچ ہے) تو پھر اس سلسلہ کا اپنی علت خدا کے ہمعصر ہونا محال ہے یعنے جب سے خدا ہے تب ہی سے یہ سلسلہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہم نے کبھی ہمعصر شخصوں میں باپ بیٹے کا تعلق نہیں دیکھا۔ اور اگر ایسا کوئی مانتا ہے۔ تو اس کی عقل میں فتور ہونے میں کوئی شک نہیں۔

ثنائی مشن

مُسلمان اور مسیح موعودؑ

ریویو آف ریلیجنز میں ایک مضمون "ترجمان القرآن" سے جو غیر احمدیوں کا ہی تھا۔ اخذ کرکے شائع کیا گیا تھا۔ اس مضمون کا لب لباب یہ تھا کہ خود مسلمان اقرار کر رہے ہیں۔ کہ آج ہم مسلمان کہلانے کے مستحق نہیں۔ کیونکہ تمام بدیاں۔ بدکاریاں مکاریاں۔ عیاریاں وغیرہ ذلک ہم میں پائی جاتی ہیں۔ اس مضمون کو درج کرنے کا یہ مقصد تھا۔ کہ اب بھی مسلمان آنکھیں کھولیں۔ اور دیکھیں۔ کہ اس وقت ضرورت ہے کہ کوئی مصلح آئے۔ اور کوئی طبیب آئے۔ جو ان کی اصلاح کرے۔ اس مضمون کو دیکھ کر "اہلحدیث" کو آگ لگ گئی۔ چونکہ مضمون فی الواقعہ مسلمانوں کی حالت کا صحیح نقشہ تھا۔ اس لئے مولوی ثناء اللہ صاحب کو لکھنا پڑا کہ

"ناظرین کرام! اس عام حالت اسلامیہ کو ملحوظ رکھیں۔ جو بالکل صحیح ہے۔ بلکہ ہم کہیں گے۔ کہ مسلمانوں کی حالت کا یہ نقشہ بھی اجمالی ہے تفصیلی نہیں۔ تاہم اجمالی صورت میں صحیح ہے" (اہلحدیث ۲۲ر فروری ۳۵ء) مگر ساتھ ہی مولوی صاحب نے اس بیان کے ساتھ اتفاق کرکے اپنی عادت قدیمہ کے ماتحت یہ اعتراض بھی کر دیا۔ کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ

> "میرے آنے کے دو مقصد ہیں۔ مسلمانوں کے لئے یہ کہ اصل تقویٰ اور طہارت پر قائم ہو جائیں۔ اور ایسے سچے مسلمان ہوں جو مسلمان کے مفہوم میں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے"
>
> (الحکم ۱۷ر جولائی ۱۹۰۵ء)

احمدی ممبرو! خدا کو حاضر ناظر جان کر بتاؤ۔ کہ مرزا صاحب جس غرض کے لئے آئے تھے۔ وہ پوری ہوگئی؟ اگر پوری ہوگئی۔ تو تمہارے رسالہ ریویو میں مسلمانوں کی بداخلاقی یا بداطواری کا ذکر کیوں"؟

(اہلحدیث ۲۲ر فروری ۳۵ء)

ناظرین کرام! مجھے اس کا جواب دینے کی چنداں ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ ہر ادنےٰ افہم والا شخص بھی جانتا ہے۔ کہ یہ اعتراض محض "قلبی غم" کا نتیجہ ہے۔ حضرت اقدس کے فرمان میں کونسی قابل اعتراض بات ہے؟

کیا یہ ہر قرآن کریم جاننے والے کو علم نہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قوم کی اصلاح کرنے اور ان کو متقی و پرہیزگار بنانے کے لئے ہی آئے تھے۔ کیا حضرت نوحؑ، موسیٰؑ، عیسےٰؑ، ابراہیمؑ، یعقوبؑ، یوسفؑ، یونس علیہم السلام اپنی اپنی قوم کی اصلاح کے لئے نہیں آئے تھے۔ پھر کیا ان کی تمام قوم گند کا چولا اُتار کر پاکیزگی کا لباس پہن لیتی تھی؟

قرآن مجید نے جو اس کا جواب دیا ہے۔ اور جو واقعات صحیحہ ثابتہ نے ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ وہ یہی ہے کہ خوش قسمت پروانے ہی ان شمع ہائے رسالت کے گرد جمع ہوئے۔ سعید روحوں نے ہی ان سے فیض حاصل کیا۔ اور پاکیزگی کو اختیار کیا۔ بدقسمت اور بداطوار لوگوں نے ان کا انکار کر دیا۔ اور اپنے تئیں چاہ ظلمت میں گرا دیا۔ اس میں ان برگزیدگان خدا کا کوئی قصور نہ تھا۔ ان کے اندر وہ نور تھا۔ کہ جن لوگوں نے اس کے لئے دروازے کھول دیئے وہ معزز ہو گئے۔ ان کے اندر وہ روح تھی کہ مٹی کے پرندوں (وہ انسان جن میں روحانیت نہ ہو) کو خدا سے پرواز کرانے والی تھی۔ ان کے اندر وہ علم اور حکمت تھا کہ اُمیّوں کو معلّم اور مزکّی بنانیوالی تھی

اے طالبانِ حق و ہدایت! بعینہ اسی طرح حضرت اقدسؑ امام ہمام کا بھی یہی مقصد بعثت تھا اور وہ مقصد پورا ہو گیا۔ اور پورا ہو رہا ہے۔ اور ہوتا رہے گا۔ اور آج جماعت احمدیہ خدا کے فضل سے "وہی مسلمان ہیں" جو مسلمان کے مفہوم میں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔"

اعتراض اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ حضورؑ نے فرمایا ہو کہ تمام مسلمان میری زندگی میں ہی متقی بنجائینگے مگر یہ حضورؑ نے کہیں نہیں فرمایا۔ اگر حضورؑ نے کہیں لکھا ہو۔ تو مولوی صاحب کو چاہیئے۔ کہ وہ فوراً اس حوالہ کو پیش کریں۔ ہاں حضورؑ نے یہ فرمایا ہے اور صاف صاف الفاظ میں فرمایا ہے۔

"میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو وہ تخم میرے ہاتھ سے بویا گیا۔ اور اب وہ بڑھے گا۔ اور پھولے گا۔ اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔"

(تذکرۃ الشہادتین)

ایک بات اور بھی قابل ذکر ہے۔ کہ اُمت محمدیہ کا لتتبعنّ سنن من قبلکم کے ماتحت یہود کے نقش قدم پر چلنا بھی ضروری ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ مسیح کا انکار اور تکذیب بھی انکی طرف سے اور "ان کے علماء" کی طرف سے ہو جو فقیہوں اور فریسیوں کے قائم مقام ہیں۔ اور یہ لوگ بھی ان کی طرح ان کے نصیب سے کچھ حصہ لیں۔ پس ؎

چشمہ آفتاب را چہ گناہ

مولوی صاحب! میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ ماموروں کے انکار اور تکذیب کی وجہ سے علم اور عقلیں سلب ہو جاتی ہیں۔ اور یہ اعتراض بھی آپ کے علم سلب ہو جانے کی ایک بیّن دلیل ہے کیا آپ کوئی ایسا نبی پیش کر سکتے ہیں۔ جو آپ کے اس اعتراض سے بچ سکے۔ پس اپنی عاقبت مت خراب کریں۔ اور "لمبی عمر" میں کبھی تو کوئی نیک کام کیا کریں۔ وما علینا الا البلاغ

ایڈیٹر اہلحدیث کی جہالت اور ضلالت

کثرت سے احادیث میں پیشگوئیاں موجود ہیں کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے۔ کہ لوگ جاہلوں کو اپنا عالم سمجھنے لگ جائیں گے۔ اور وہ ان سے فتوے طلب کریں گے۔ اور وہ ان کو بغیر کسی علم کے فتویٰ دیکر خود بھی گمراہ ہونگے۔ اور لوگوں کو بھی گمراہ کرینگے۔ اور یہی زمانہ مسیح موعودؑ کے آنے کا ہے۔ آج جو علماء اور مفتی بنے پھرتے ہیں۔ اور مستقل فتاوے لکھنے کے عادی ہیں۔ ان کی بفضلہ تعالےٰ قلعی کھولی جائے گی۔ کہ یہ کہاں تک فتویٰ دینے کے مستحق ہیں۔ اور آئندہ انہیں معلوم ہو جائے گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض کرنا اپنی علمیت کا اظہار نہیں بلکہ خود اپنی پردہ دری کرانا ہے۔ ان کے لئے بہتر ہے کہ وہ حجروں میں ہی بیٹھے رہیں۔ ان کو دین سے کیا سروکار؟

اخبار اہلحدیث میں ایک مضمون نہایت ہی دلآزار بعنوان "مسیح قادیانی کا مبلغ علم اور جاہلانہ فتویٰ" "قابل توجہ میاں محمود اور مولوی محمد علی صاحبان" مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اہلحدیث کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ جس میں حضرت موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مندرجہ ذیل فتویٰ

"حافظ صاحب سچ کہتے ہیں۔ جب کوئی اقراری مجرم ہو جائے۔ تو اس کے پیچھے نماز کس طرح جائز ہو سکتی ہے۔" (الفضل ۳؍ مارچ ۳۵ء) درج کر کے اعتراض کیا گیا ہے۔

"کیا آپ دونوں صاحبان اور قادیان اور لاہور کے علماء کرام نے آنحضرت صلعم کی دعائیں یہ الفاظ نہیں پڑھے۔ واعترفت بذنبی (اہلحدیث) اے خدا میں اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہوں۔ قرآن مجید میں حضرت آدمؑ کی دعا نہیں پڑھی ہوگی۔

ربنا ظلمنا انفسنا اے خدا ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کئے ؛ حضرت ایوبؑ کی دعا بھی نہیں سنی۔ لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین

حدیث شریف میں یہ دعا بھی نہیں پڑھی۔ اللّٰھم انت اللّٰہ لا الٰہ الا انت خلقتنی...... وابوء بذنبی فاغفرلی فانہٗ لا یغفر الذنوب الا انت (اہلحدیث)

ان دعاؤں میں اعتراف بالذنوب ہے۔ تو کیا ان دعاؤں کے قائلوں (حضرت انبیاء علیہم السلام) کے پیچھے بھی اقتداء جائز نہیں۔ آج جو مسلمان ان دعاؤں

کا ورد کرے۔ اس کے پیچھے بھی جائز نہیں۔"
(اہلحدیث ۱۵ر مارچ ۳۵ء)

ناظرین کرام میں نے حرف بحرف پورا اعتراض نقل کر دیا ہے۔

یہ اعتراض جس قدر لغویت اور بے ہودگی اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس کی کوئی انتہاء نہیں۔ مگر ایک فائدہ بھی اس کا ہے۔ کہ مولوی صاحب نے آج سے چند سال پہلے لکھا تھا۔ کہ ہم میں (اہلحدیث میں) "عیب خصوصی" (یعنی تحریف کرنا) ہی پایا جاتا ہے۔ آج آپ نے اس عیب اور جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ فتویٰ یہ ہے۔ جیسا کہ اس خطبہ میں کھول کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔ کہ مومن کی دو حالتیں ہیں۔ ایک حالت میں وہ خدا کے سامنے ہوتا ہے اس وقت اس کی حالت ایسی ہے۔ جیسے سورج کے مقابل پر چراغ۔ اس وقت چراغ کی کوئی حیثیت نہیں۔ دوسری حالت مومن پر وہ آتی ہے کہ وہ دنیا کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔ اس وقت مومن ایک چراغ کے مشابہ ہے۔ جو اندھیرے میں رکھا جائے۔ پس خدا تعالیٰ کے سامنے تو مومن کی کوئی ہستی ہے ہی نہیں۔ مگر جب وہ دنیا کے سامنے ہے تو پھر اسے روشن ہونا چاہیئے۔ اور اگر وہ اس وقت روشن نہیں۔ تو کوئی چیز ہی نہیں۔ اور کسی کام کا نہیں۔ اور پھینک دینے کے لائق ہے۔ اب اس سے صاف طور پر سمجھا دیا گیا ہے۔ کہ مومن خدا تعالیٰ کے مقابلہ پر تو کچھ نہیں۔ اسی لئے وہ ہر وقت خدا تعالیٰ کے سامنے ربنا ظلمنا انفسنا کہتا ہے۔ لیکن دنیا کے مقابل پر کہتا ہے۔ کہ آؤ دیکھو میں پاک ہوں۔ اب آپ اس کو مدنظر رکھ کر حضرت اقدس کا فتویٰ پڑھیں کہ

"جب کوئی اقراری مجرم ہو جائے (انسانوں کے سامنے) تو اس کے پیچھے نماز کس طرح جائز ہو سکتی ہے"

کیا اس میں کوئی قابل اعتراض بات ہے۔

ہرگز نہیں۔ یہ فتویٰ ان لوگوں کے لئے ہے جو لوگوں کے سامنے ایسا کہتے ہیں۔

لیکن مولوی ثناء اللہ صاحب نے جو دعائیں آنحضرت صلعم یا دیگر انبیاء علیہم السلام کی پیش کی ہیں۔ وہ تمام ایسی ہیں کہ انسان خدا تعالیٰ کے حضور ایسا کہتا ہے۔ پس ؎

ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

مولوی صاحب آپ کا یہ اعتراض اس صورت میں معقول اور صحیح ہو سکتا تھا۔ کہ آپ یہ ثبوت دیتے کہ حضور علیہ السلام نے یا کسی دیگر نبی نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا ہو کہ لوگو! دیکھو میں گنہگار ہوں پس کیا کوئی ہے ایسی مثال؟ اگر ہے تو پیش کرو لیکن مولوی صاحب یاد رکھیں۔ قیامت تک ایک مثال بھی نہیں مل سکے گی۔

الاستفتاء

ناظرین کرام! حضور کا فتویٰ تو صحیح ہے۔ اور بالکل قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے مطابق ہے۔ اب میں آپ سے ہی پوچھتا ہوں۔ کہ آپ اس شخص کے متعلق کیا فتویٰ دیتے ہیں۔ جو اپنے تئیں "مولوی فاضل" اور "اہلحدیث" کہلانے اور ساتھ ہی "شیر پنجاب" ہونے کا مدعی بھی ہو۔ "مفسر قرآن" اور "حاجی" ہونے کا بھی دعویدار ہو۔ مگر ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی نہ جانتا ہو۔ اب جو نام آپ اس کا تجویز کریں۔ ہم آپ کے ساتھ متفق ہیں۔

مولوی صاحب حضرت صاحب کا الہام ہے انی مھین من اراد اھانتک آپ نے حضرت صاحب کی (نعوذ باللہ) کم علمی ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ کیا آپ خود اس پیشگوئی کے ماتحت کم علم ثابت ہوئے یا نہیں؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

منصف اور آخری فیصلہ

غیر مبائعین نے جو منصف مقرر کرنے کا ڈھونگ رچا رکھا تھا۔ ان کو دیکھ کر مولوی ثناء اللہ صاحب کے منہ میں بھی پانی بھر آیا۔ اور مولوی صاحب نے بھی لکھ دیا۔ کہ "ہمارے ساتھ بھی منصف مقرر کر کے آخری فیصلہ کے متعلق فیصلہ کر لو" (اہلحدیث ۱۵ر فروری ۳۵ء)

مولوی صاحب! اگر آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کو لدھیانہ میں فتح ہوئی تھی۔ تو اب منصف مقرر کرنے کی کیا ضرورت؟ غیر مبائعین نے بھی شملہ میں شکست کھا جانے کی وجہ سے ہی منصف مقرر کرنے کا ڈھونگ رچایا تھا۔ اور ہم نے یہ کبھی نہیں لکھا کہ ہمیں کسی ثالث کا فیصلہ منظور ہے۔ اور نہ ہی اب لکھا۔ یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔ کہ ہم نے منصف کا بنانا دینی امور میں صحیح قرار دیا ہے۔ بلکہ یہ تو غیر مبائعین کو کہا گیا تھا۔ کہ آپ کی شرائط پیش کردہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ عملاً غیر احمدیوں سے ہی فیصلہ کروانا چاہتے ہیں۔ اس لئے نئے سرے سے تکلیف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پہلے آپ ایک غیر احمدی منصف سے فیصلہ کروا کر شکست کھا چکے ہیں۔ (فتدبر) آپ کا اب نئے سرے سے منصف کے ذریعہ فیصلہ کرانے کی خواہش کرنا ظاہر کرتا ہے کہ اگرچہ لدھیانہ میں منصف غیر مسلم نے ایک طفلانہ فیصلہ دیا۔ جس کا اسکو خود اقرار ہے اور اسمیں درحقیقت آپ شکست خوردہ ہیں۔ ورنہ کبھی آپ اب منصف کے تقرر کا سوال نہ کرتے۔

مولوی صاحب ہم کہتے ہیں۔ منصف مقرر کرنے کی کیا ضرورت۔ اللہ تعالیٰ نے ہی فیصلہ کر دیا ہوا ہے۔ اور آپ کے اصول کے مطابق کہ خدا تعالیٰ جھوٹے۔ دغاباز۔ مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے آپ کو "لمبی عمر" دی ہوئی ہے۔ اب گھبرانے کی کیا ضرورت۔ اور اگر آپکو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ منظور نہیں تو جسے آپ چاہیں۔ منصف مقرر کر لیں۔ وہی سہ صدی چیلنج اب بھی اسی طرح قائم ہے۔ پس جلدی کیجئے۔ لیکن ؎

یہ لقمہ وہ نہیں جسے مُلاّ نگل سکے!!

مولوی صاحب آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو تین الہامات جو اشتہار آخری فیصلہ کے متعلق ہیں۔ درج کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔

" فتح ہے تمہاری۔ تمہارے نام کی۔
ان شانئک ھو الابتر"

(خاکسار۔ چودھری محمد شریف مولوی فاضل)

مختصر فہرست کتب دفتر فاروق قادیان

تبلیغ رسالت چار جلد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مرسلانہ زندگی کا عظیم الشان کارنامہ یعنی حضورؑ کے ان اشتہارات کا مجموعہ جو صداقت اسلام اور اپنے دعویٰ کی صداقت پر بطور اتمام حجت ۱۸۹۸ء سے لے کر ۱۹۰۸ء یوم وصال تک حضورؑ نے وقتاً فوقتاً شائع کئے اور اب بالکل نایاب ہیں جن کو چار جلدوں میں چھپوا کر محفوظ کر دیا ہے۔ چند نسخے باقی ہیں۔ قیمت للعہ

بطالوی کا انجام

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اس زبردست پیشگوئی کی حرف بحرف تصدیق مولوی محمد حسین بطالوی کی قلم سے جو حضور نے اس کے متعلق فرمائی تھی کہ ع "درخانہ ات ویران تو در فکر دگر" اور بطالوی کا عبرتناک انجام قابل دید اور لائق شنید۔ قیمت ۴ر

تجلیات رحمانیہ

مولوی ثناء اللہ امرتسری کے مایہ ناز رسالہ جات کا جو اس نے شہادات مرزا و فیصلہ مرزا وغیرہ حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف شائع کئے تھے۔ مکمل و مفصل مدلل جواب۔ قیمت ۶ر

تحفہ مستریان

مستریان مباہلہ کے واقعات صحیحہ اور انکی درخواست مباہلہ کا حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ اور قرآن و حدیث اور شواہد و نظاہر سے ناقابل تردید جواب۔ قیمت ۴ر

تنقید صحیح

فرقہ بابیہ و بہائیہ کی اس کتاب کا لاجواب جواب جو بابیوں نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق بمبئی سے شائع کی تھی۔ از قلم مولانا شمس مولوی فاضل) قیمت ۸ر

ہدایات زرّین

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ کے لئے وہ ہدایات جو ہر ایک احمدی کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے فرمائی ہیں۔ جن کے مطابق تبلیغ کرنے سے یقیناً کامیابی ہوگی۔ آج کل ہر ایک خواندہ احمدی کو اس کا پاس رکھنا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ جیبی سائز۔ صرف ۵ر کے ٹکٹ ڈاک بھیجکر منگالیں۔

مرقع ثنائی

مولوی ثناء اللہ امرتسری کے اس نایاب اخبار اہلحدیث مورخہ ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء کا حرف بحرف سطر بسطر چربہ جس میں اس نے آخری فیصلہ سے انکار کیا تھا۔ ۵ر کے ٹکٹ ڈاک بھیجکر منگالیں۔

مباحثہ مونگھیر ہر دو حصہ

احمدیوں کا وہ عظیم الشان مباحثہ جو مونگھیر علاقہ بہار میں بعہد خلافت اول غیر احمدیوں سے علماء قادیان کا ہوا۔ نایاب۔ قیمت ۸ر

التنقید

مولوی ابراہیم سیالکوٹی کے رسالہ قبر مسیح کا دندان شکن جواب اور مسیح موعودؑ کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک میں دفن ہونے کی حدیثوں اور واقعات سے حقیقت۔ از قلم مولوی غلام رسول صاحب راجیکی ؛ قیمت ۳ کے ٹکٹ ڈاک بھیج کر منگالیں۔

خطبات نمبر

فتنۂ احرار کے متعلق حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے چھ تاریخی خطبہ جن کا پڑھنا ہر ایک احمدی کو ضروری ہے ایک جگہ جمع کر کے فاروق کے تین نمبروں میں شائع کر دیئے ہیں۔ ۲ر کے ٹکٹ ڈاک بھیج کر منگالیں۔

پیغام پوسٹ نمبر

پیغامیوں نے جو آج کل احرار کے فتنہ کو تقویت دینے کے لئے کئی اشتہار نکالے اور ہماری طرف سے جو ان کے جواب دیئے گئے وہ سب فاروق کے دو پرچوں میں جمع کر کے چھپوا دیئے ہیں۔ چند پرچے باقی ہیں۔ قیمت ۳ کے ٹکٹ ڈاک بھیجکر منگالیں۔

حمائل شریف معرّا

بلا ترجمہ خوشخط موزون تقطیع۔ قیمت عہ

حمائل شریف مترجم

نہایت خوشخط۔ ترجمہ حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب۔ قیمت عار

حمائل شریف مترجم } جیبی تقطیع ترجمہ حضرت حافظ روشن علی صاحب مرحوم رضی اللہ۔ قیمت عار

چھوت کا بھوت۔ غیر احمدی مسلمانوں میں کثرت سے تقسیم کیا جاوے۔ لاجواب کتاب چوتھی دفعہ چھپوائی گئی ہے قیمت ۲ر ؛ **ویدک توحید کا آئینہ۔** آریوں کی توحید کا قابل دید نمونہ قیمت ۲ر

(المشتہر منیجر فاروق بک ڈپو قادیان پنجاب)

(ضیاء الاسلام پریس قادیان میں میر قاسم علی پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر فاروق منزل قادیان سے شائع کیا)